بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیعہ اور سنی میں فرق

یہ تمہاری جماعت ایک ہی جماعت ہے
اور میں تمہارا پروردگار ہوں
تو میری ہی عبادت کیا کرو۔

إن هذه أمتكم أمة واحدة وأنا ربكم فاعبدون



ابتدائیہ

اسلام ایک زندہ دین ہے۔ یہ ایک ایسا آبِ حیات ہے جو اقوام کو زندگی بخشتا ہے اور ان کی نجات اور ترقی کے اسباب مہیا کرتا ہے۔

اسلام کے قوانین چونکہ کسی انسانی دماغ کی اختراع نہیں ہیں اس لئے ان کی افادیت کسی ایک دور یا ایک مقام تک محدود نہیں۔

یہ قوانین اس خدا بزرگ و برتر نے وضع کیے ہیں جس نے اپنے دستِ قدرت سے انسان کو پیدا کیا اور جو اس کے وجود کے ہر ذرے سے واقف ہے فقط وہی جانتا ہے کہ کونسی چیز انسان کی خوش بختی کا موجب ہے اور کونسی چیز اسے تباہی اور بربادی سے دوچار کرنے والی ہے۔

مکتبِ اسلام نے عملی طور پر اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ اگر وہ ربِ جلیل چاہے تو ایک سرگرداں، ناسمجھ اور بدبخت قوم کو ایک قلیل مدت میں ایک ایسی مہذب اور ترقی یافتہ قوم بنا سکتا ہے جو جہانِ بشریت میں تمدن، علم اور فضیلت کی علم بردار بن کر اُبھرے۔

آپ قبل از اسلام کے دور کی تاریخ کی ورق گردانی کریں اور دیکھیں کہ لوگ تباہی اور بربادی کے کس خطرناک بھنور میں پھنسے ہوئے تھے۔ اور پھر صدرِ اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ انہی لوگوں نے کیسے فضیلت اور انسانیت اور علم و دانش کی جانب جست لگائی اور اسلامی تعلیمات نے کیونکر ان کے وجود کو سراسر تبدیل کر کے رکھ دیا۔

تاہم بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اسلام دشمنوں نے مسلمانوں اور قرآنی حقائق کے مابین جدائی ڈال دی اور ملت اسلامیہ کو فتنہ و فساد اور گناہ کی راہ پر لگا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تفوق اور اقتدار سے محروم ہو گئی۔

اس کی بنیادی وجہ حقائق سے چشم پوشی ہے جس سے بد قسمتی سے دشمنانِ اسلام نے فائدہ اٹھا کر اس اختلاف کو جو کہ مختلف اسلامی مکاتبِ فکر کے درمیان فکری میدان میں موجود تھا عملی تصادم میں تبدیل کر دیا آج استعمار مسلمانوں کے وسائل سے استفادہ کرتے ہوئے خود انہی پر حکمران ہے۔ اور مسلمان ملکوں کے نام نہاد مسلمان حکمران ان کے آلہ کار ہیں عصرِ حاضر کے مجدد امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ نے اس مشکل کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کرتے ہوئے وحدت اسلامی کا علم بلند کیا خود اس خطے کے اندر شہید علامہ عارف حسین الحسینی نے اتحاد امت کی راہ میں جام شہادت نوش کیا اس کو روشن رکھنے کے لئے مسلسل علمی و عملی کوششیں جاری رکھنے کی اشد ضرورت ہے۔

حضرت آیۃ اللہ محسنی دامہ ظلہ جو کہ ایک مجاہد عالم دین اور حرکت اسلامی افغانستان کے سربراہ بھی ہیں اس سلسلہ میں حقائق کو سمجھنے کے لئے قلم اٹھایا ہماری یہ خوش قسمتی ہے کہ آپ کی اس وحدت افروز تحریر کو طبع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں ہم جامعہ اہل البیت کے مدرس حجۃ الاسلام آقائے محمد شفا نجفی صاحب کے ممنون ہیں کہ جن کا قلمی، علمی تعاون ہمیشہ ہمارے ساتھ ہے اس کا ترجمہ فرمایا ہمیں توقع ہے کہ ہمارے خطہ کے مسلمانوں میں وحدت کے لئے یہ اہم دستاویز ثابت ہو گی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفٰی والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ لاسما علیٰ خاتم المصطفیٰ وعلیٰ آلہ النجباء واصحابہ الاصفیاء

تمام پاک دِل مؤمنین کی یہ خواہش ہے کہ دنیا کے مسلمانوں میں اتفاق اتحاد قائم ہو اور انہیں ان اختلافات سے دکھ پہنچتا ہے جن سے مسلمان دوچار ہیں۔ بعض حضرات نے اس (اتحاد بین المسلمین) سلسلے میں کافی تکالیف بھی برداشت کی ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ آج کل کے دور میں مسلمانوں کی عظمت رفتہ اُسی صورت میں بحال ہو سکتی ہے کہ جب اس کے علل واسباب معلوم کئے جائیں۔ اور اس کے اہم اسباب میں ایک اہم سبب، دُنیا کے مسلمانوں میں اتحاد ہے۔

اتحاد کا مطلب یہ نہیں کہ مختلف گروہوں اور افراد میں کسی قسم کا فکری اختلاف نہ ہو۔ ہمیں اس سوچ میں نہیں پڑنا چاہئیے کہ دین اسلام کے پیرو کاروں سے ہر قسم کے فکری اختلاف کو دُور کریں۔ اس لئے کہ یہ ایک ناممکن کام ہے اور اس سلسلے میں جو زحمت بھی کریں گے وہ رائیگاں جائے گی اور کوئی نتیجہ حاصل نہ ہو گا بلکہ حالات اس سے بھی بد تر ہو سکتے ہیں۔

اتحاد کا مطلب یہ ہے کہ

اولاً اختلافی پہلو مکمل طور پر معین اور مشخص ہوں ان موارد و مسائل کو

واضح طور پر بیان کیا جائے جن میں تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے، جہاں تک ہو سکے طرفین کی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جائے اور موہوم اور فرضی اختلافات کا سدّ باب کیا جائے۔

ثانیاً، مشترک اور اتفاقی مسائل و موارد میں ایک دوسرے سے خلوص کے ساتھ تعاون کیا جائے۔ اور اختلافی مسائل میں ایک دوسرے کے عقائد کا احترام کیا جائے اور کم از کم ایک دوسرے کے عقائد کی توہین سے گریز کیا جائے۔

عین ممکن ہے ایک دانشمند کسی بات کا معتقد نہ ہو بلکہ اسے باطل سمجھتا ہو لیکن معتقدین کو معذور (اُس کے عذر کو قبول کریں) قرار دے اور اس عقیدہ کی توہین سے منع کر سکتا ہے۔

اگر ہم ان دو موضوعات کی طرف توجہ دیں تو اپنے آخری مقصد جو اتحاد بین المسلمین ہے کے حصول میں کافی حد تک کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔

زیر نظر کتاب کی تالیف اسی مقصد کے پیش نظر کی جارہی ہے تاکہ اولاً شیعہ سنّی کے اتفاقی مسائل وسعت نظری سے بیان کئے جائیں ثانیاً کم و کاست اختلافی مسائل کی وضاحت کی جائے تب جا کے پاک دل مسلمان اس حقیقت کو درک سکیں گے کہ (مسلمانوں میں) موجود دشمنیاں اور بدنیتیاں غلط اور بے جا تھیں جن کا سبب مذہب نہیں بلکہ اس میں جہالت اور مفاد پرستوں کی خیانت کا ہاتھ ہے۔

راقم خداوند تعالےٰ کی بارگاہ میں دست بہ دعا ہے کہ وہ اس مقصد میں مدد فرمائے اور اس کتاب کو اتحاد بین المسلمین کا ذریعہ قرار دے

انہ دائم الفضل قدیم الاحسان

دنیا کے مسلمانوں میں موجود اہم اختلافات مقدمہ یا کم از کم ایک دوسرے سے دور ہونے کے اسباب اور سرچشموں کی چار قسمیں ہیں۔

1۔ نسلی اختلافات جیسے عرب، ترک اور فارس وغیرہ ہیں۔

2۔ سیاسی اختلافات۔ جیسے ایرانی، پاکستانی، افغانی اور مصری وغیرہ ان اختلافات کو نیشنلزم اور قوم پرستی کا نام بھی دیا جاسکتا ہے۔

3۔ خاندانی اختلافات جو بعض اسلامی معاشروں میں پائے جاتے ہیں۔

4۔ مذہبی اختلافات اگر علماء کرام کے ذریعے اسلامی تربیت کو تقویت (اور فروغ) ملے تو اختلافات کی پہلی اور چوتھی قسم کو روکا جا سکتا ہے اور کافی حد تک اس کا سدّ باب کیا جاسکتا ہے۔ اور اس سلسلے میں ہمارا گزشتہ تجربہ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اختلافات کی دوسری قسم کے ازالے کا واحد حل، غیر اسلامی بلکہ اسلامی دشمن حکومتوں کو اقتدار سے ہٹانا ہے اس لئے کہ جب تک اس قسم کی حکومتیں موجود ہیں مسلمان سعادت اور خوشحالی کی شکل تک نہیں دیکھ سکتے اور یہی غیر اسلامی اور اسلام دشمن حکومتیں ہیں جو اپنی بقاء اور سپر طاقتوں کے استعمار و استحصال اور مفادات کی خاطر ٹیلی ویژن، اخبارات اور دوسرے مجلوں اور رسالوں کے ذریعے مسلمان قوموں میں اختلافات کو ہوا دیتے ہیں۔ ایک ارب کے قریب مسلمانوں پر مشتمل دنیائے اسلام چالیس سے زیادہ حکومتوں کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ ستم ظریفی یہ ہے ان میں سے بعض ممالک

کی آبادی ایک ملین سے بھی کم ہے اور مسلمانوں میں تقسیم اور بٹوارے کے ذریعے کافروں نے ایک کھیل کھیلا ہے۔ اُمتِ مسلمہ کو کم از کم پانچ یا چھ بڑے ممالک پر مشتمل ہونا چاہیئے۔ اور ان میں اسلامی حکومت کا نفاذ ہونا چاہیئے اور ان چھوٹے چھوٹے ممالک کو ان پانچ یا چھ بڑی اکائیوں میں ضم کردینا چاہیئے تاکہ ہمیں سعادت اور خوشحالی نصیب ہو اور جب تک ہم اپنی بدبختی (اور بدحالی) کی جڑ (موجودہ حکومتوں) کو مورد نظر و توجہ قرار نہ دیں۔ ہمارے خیر خواہوں کے تمام غور و خوض اور اصلاحی اقدامات رائیگاں ثابت ہوں گے ہم ذیل میں دنیائے اسلام کی متعدد حکومتوں کے منفی اثرات کا اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

1- بڑی طاقتوں کے ذریعے ان کا استحصال کیا جارہا ہے۔

2- ہمسایہ ممالک ہر وقت ان کی طرف للچائی ہوئی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

3- مختلف اور بے معنی حوالوں سے دنیا کے مسلمانوں میں دشمنی ایجاد کی جاتی ہے کم از کم انہیں ایک دوسرے سے دور رکھنے کی سازشیں کی جاتی ہیں جو ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔

4- تعمیری طاقتوں میں باہمی تعاون کو روکا جاتا ہے اور ان کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی جاتی ہیں جس کے نتیجے میں دنیائے اسلام پسماندہ ہے

5- تمام دولت و ثروت اور سرمایہ بعض مخصوص ممالک میں جمع کر دی جاتی ہے لوگوں کے اخلاقیات تباہ کر دیئے گئے ہیں جیسے کویت وغیرہ میں ہورہا ہے اور بعض اسلامی ممالک فقیر کے فقیر ہی ہیں جیسے بنگلہ دیش،

افغانستان اور پاکستان وغیرہ ہیں حالانکہ اسلامی ممالک کی سرزمینوں میں موجود دولت تمام دنیا کے مسلمانوں کا حق ہے جس کو مسلمانوں میں عادلانہ طور پر تقسیم کیا جانا چاہیئے۔

ہاں! تو یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیائے اسلام میں موجود تیل کے بڑے بڑے کنویں اور معدنیات میں تمام مسلمانوں کا حق ہے صرف چند ممالک کیلئے مخصوص نہیں

6- لوگوں کی انفرادی، اجتماعی اور سیاسی آزادیوں کو ختم کیا جاتا ہے۔

7- اسلامی معاشرے میں گمراہ، نااہل، ناکافی اور ظالم و جابر حکومتوں کی تشکیل کی جاتی ہے۔

8- بجائے اس کے کہ مسلمانوں کا سرمایہ اور ان کی دولت مسلمانوں کی بنیادی ضروریات میں خرچ کی جائے حکومتوں اور سفارت خانوں کے تحفظ اور احمقانہ منصوبہ بندیوں پر خرچ کی جارہی ہے۔

9- مسلمان دوسرے مسلمان ملک میں جانے کے لئے مالی اخراجات پاسپورٹ جیسی مشکلات سے دوچار ہیں۔

10- مسلمانوں میں احمقانہ بنیادوں پر جنگی خونریزی شروع کی جاتی ہے ہم کئی بار مشاہدہ کر چکے ہیں۔

ان هذه امتكم امة واحدة وانا ربكم فاتقون

ان اثرات کی چوتھی قسم کی اصلاح جو عرصہ دراز سے دیندار علماء کرام

کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی ہے اس زیر نظر تحریر کا باعث بنی ہے۔ یہ تحریر جو پانچ فصل اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ اپنے انصاف پسند قارئین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔

ہم اس بات کی امید رکھتے ہیں کہ خونخوار غیر ملکیوں اور اقتدار کے بھوکے اور ضدی کم علموں کا شر، مسلم اُمت سے دور رہے۔

فصل اوّل

اسلام میں تعدد مذاہب کی بنیاد

یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ دین اسلام قرآن اور سنت پیغمبرؐ کی بنیاد پر قائم ہے۔ اسلامی عقائد، اخلاق، سیاست، اقتصاد، اجتماع اور عبادات وغیرہ کا بنیادی سرچشمہ یہی دو چیزیں قرآن و سنت ہیں اور بلا استثنا تمام قرآن و سنت کو تسلیم کرتے ہیں۔

"اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں اختلاف کیوں ہے۔؟

دین اسلام کے پیرو کاروں میں موجود اختلافات کی دو جڑیں ہیں۔

اوّل:۔ رسول اکرمؐ کی وفات کے بعد آپؐ کے جانشین کے بارے میں اختلاف ہے۔

بعض لوگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت ختمی مرتبتؐ نے اس عہدے کے لئے کسی خاص فرد کو معین نہیں فرمایا گویا اس کام کو خود مسلمانوں کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ اور اسی بناء پر صحابہ کرامؓ آنحضرتؐ کی وفات کے فوراً

بعد وقت ضائع کئے بغیر سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے اور ایک شخص کو خلیفہ اور حاکم کے طور پر معین کر دیا۔

اور بعض لوگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ رسولِ خداؐ نے (اپنی زندگی میں ہی) لوگوں کے سامنے اپنے وصی کو متعارف کرایا ہے اس لئے آنحضرتؐ کے حکم سے سرِ مو انحراف نہیں کرنا چاہئیے۔

ہم اس امر کا کوئی صحیح اور تفصیلی علم نہیں رکھتے کہ اس اختلاف کو اس زمانے میں کتنی اہمیت دی جاتی تھی یا کس نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس اختلاف کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ اور اسلامی معاشرے میں ایک خطرناک شکل میں پیش کیا جانے لگا جس کے بدترین آثار آج سب محسوس کر رہے ہیں اور یہیں سے تشیع اور تسنن دینِ اسلام کے صفحے پر دو اہم واقع کی صورت میں ظاہر ہوئے۔

دوم۔ مسلمانوں کے لئے ضروری تھا کہ وہ قرآن سنّت سے استفادہ اور استنباط کرتے لیکن قرآن و سنّت کا ادراک تمام مسلمانوں کے لئے یکساں نہ تھا۔ ہر گروہ اپنے فہم و استعداد اور صلاحیت کے مطابق قرآن و سنّت کو سمجھتے اور اس سے استفادہ کرتے۔

اس طرح فروع عقائد اور فقہ میں اختلافات ظاہر ہوئے اور اسلام میں متعدد مذاہب نے جنم لیا۔

سنّت کے بارے میں تو ایک اور مشکل بھی پیش آتی ہے اور وہ سنت کو (بطور قول معصومؑ) ثابت کرنا ہے۔ مثال کے طور کوئی بھی موضوع

(یا مسئلہ) جو کسی روایت کے ذریعے نقل کیا گیا ہو بعض علماء کے نزدیک پایۂ ثبوت تک پہنچتا ہے جس پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن یہی حدیث بعض علماء کے نزدیک نقل ہی نہیں ہوتی یا معتبر (اور قابل عمل) ذریعے سے نقل نہیں کی جاتی جس کی وجہ سے وہ حدیث حجت نہیں ہوتی اور اس پر عمل بھی نہیں ہوتا۔

اختلاف کا۔ ایک تیسرا سبب بھی مدنظر رکھا جاسکتا ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیئے اور وہ ہر دور اور زمانے کے اجتماعی اور سیاسی حالات کے ساتھ ساتھ علماء کے انسانی جذبات اور احساسات ہیں۔

ہمارے علماء کرام جو درجہ استنباط تک پہنچتے رہے ہیں اکثر اوقات عام انسان ہی تھے البتہ صاحبان علم تھے اور اسلام سے والہانہ محبت رکھتے تھے لیکن علماء کرام کو انسانی جذبات سے سو فیصد پاک نہیں سمجھنا چاہیئے اس لئے کہ غلو اور مُبالغہ انسان کو راہ حقیقت سے منحرف کر دیتے ہیں۔

اسلام میں متعدد مذاہب وجود میں آنے کا سبب، قرآن سنّت سے استنباط کے موقع پر فکری اختلاف کے ساتھ ساتھ اس زمانے کے اجتماعی اور سیاسی مخصوص حالات میں علماء کے احساسات اور جذبات ہیں، جو کہ ایک قدرتی امر ہے اور کوئی قابل تعجب چیز نہیں۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں (جذبات میں فکری تفاوت اور ماحول کا اثر) پہلے بھی انسانی زندگی میں موجود تھیں اور آئندہ بھی رہیں گی بلکہ یہ دونوں چیزیں غیر معصوم انسان کی طبعیت کا جزو لاینفک ہیں۔

لیکن دو چیزیں ایسی ہیں جن سے کشیدگی بڑھ گئی بلکہ ان سے خونریزی اور رسوائی بھی ہوتی رہی ہے۔

۱۔ عوام اور عالم و پیر و مرشد نُما کم علم لیڈروں کا بے جا، احمقانہ اور خشک تعصب ہے۔ ان لوگوں نے معمولی مذہبی اختلافات کو ہوا دی انہیں بڑھا چڑھا کر پیش کیا اور دشمنی، بدنیتی بلکہ خانہ جنگی کا باعث بنا دیا۔ اس طرح مسلمانوں کی زندگی تباہ و برباد کر کے رکھ دی۔

البتہ اگر تعصب کا مطلب اپنے مذہب سے محبت ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں اور ایسی چیز نہیں جس پر پابندی لگائی جائے۔ لیکن اگر تعصب کا مطلب دوسرے مذاہب سے دشمنی ہو تو یہ ایک خطرناک چیز ثابت ہو سکتی ہے۔ اس تعصب کی وجوہات دو ہیں ایک جہالت یا کم علمی، اور دوسری وجہ انانیت کا مسئلہ کھڑا کرنا اور سادہ لوح اور غافل عوام پر اپنی حاکمیت جما کر غلط فائدہ اٹھانا ہے۔

۲۔ قوموں کے استحصال اور ان کی صفوں کو کمزور کرنے کی خاطر بڑی طاقتیں مداخلت کرتی ہیں۔ یہ بات تجربے سے ثابت ہے کہ اس مقصد کے لیے (قوموں کا استحصال وغیرہ) مذہبی اختلافات سے استفادہ ان کے لئے آسان ذریعہ ہے۔ بلکہ بعض اوقات خود اپنی حکومتیں اپنے اقتدار کے استحکام کے لئے اسی روش (مذہبی اختلافات کو ہوا دینے) سے استفادہ کرتی ہیں اور مذہب کو سیاست کے بھینٹ چڑھا دیتی ہیں۔

ہمیں زیادہ افسوس اس بات پر ہوتا ہے کہ ان دو چیزوں (بے جا

تعصب اور دوسری حکومتوں کی مداخلت) کے سلسلے میں صرف واقعی اور حقیقی اختلافات پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ جہاں تک ان لوگوں سے ہو سکا۔ جھوٹ، تہمت، بہتان اور ایجاد اختلاف سے بھی دریغ نہیں کیا اور غافل مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی سے لڑا دیا۔ ہم اس مقام پر کلام کو طول نہ دینے کی خاطر اس کے دلائل اور شواہد پیش کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ ان شواہد میں سے بعض تو مضحکہ خیز ہیں مثلاً یہ پروپیگنڈہ کرنا کہ فلاں مذہب والوں کو دم ہوتی ہے۔ اور فلاں مذہب والے العیاذ باللہ میت کو گزدیتے ہیں!!!

فصل دوم

شیعہ سُنّی کے اتفاقی مسائل

الف: متفق علیہ عقائد

1- کائنات کا خالق و مدبّر (چلانے والی) خدا کی ذات ہے۔

2- معبود بر حق صرف خدا کی ذات ہے اور غیر خدا کی عبادت موجب شرک اور خروج از اسلام ہے۔

3- خدا کا کوئی شریک و نظیر نہیں۔

4- خدا کی ذات قابل درک نہیں۔

5- خدا کی ذات ابدی، ازلی اور سرمدی ہے۔

6- خدا کی ذات عالم، قادر، مختار، سمیع (سننے والا) اور بصیر (دیکھنے والا) اور ہر چیز کا ادراک کرتا ہے۔

7- خدا کی ذات زندہ ہے۔

8- تمام موجودات کی مخلوق ہیں)

9- خدا کی ذات متکلم اور صادق ہے۔

10- خدا کی ذات اجزاء سے مرکب نہیں۔

11- خدا کی ذات جسمانی اعضاء سے پاک و مبرا ہے(1)

12- خدا کو کوئی عارضہ پیش نہیں آتا۔

13- خدا اپنی مخلوقات سے متحد نہیں بلکہ اس کا وجود باقی موجودات کے وجود سے جدا ہے

14- خدا کسی چیز میں حلول نہیں کرتا۔

15- خدا دوسروں سے مستغنیٰ اور بے نیاز ہے۔

16- تمام مخلوقات خدا کی محتاج ہیں۔

بعض غیر شیعہ خدا کے لئے جسم کے قائل ہیں۔

17- قرآن و سنّت میں خدا کے جتنے اوصاف ذکر کئے گئے ہیں۔ سب صحیح ہیں۔

18- عرش، کرسی اور لوحِ محفوظ بر حق ہیں۔

19- شیعہ اور سنّی دونوں فرشتوں پر، آسمانی کتابوں پر جو انبیاءؑ کرام پر نازل کی گئیں خصوصاً قرآن کریم پر جو حضرت خاتم الانبیاء کرام پر نازل کیا گیا ایمان رکھتے ہیں۔

20- انبیاء (ع) پر وحی نازل ہونا برحق ہے اور یہ کہ حضرت خاتم

الانبیاء کے بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔

21۔ قرآن کلام الٰہی اور اس پر عمل کرنا واجب ہے سنت نبوی تمام مسلمانوں کے لئے ہر زمانے میں حجت اور معتبر ہے۔

22۔ اسلام ایک عالمی دین ہے اور روز قیامت تک ایک الٰہی دین شمار ہوتا ہے۔ اسلام کے علاوہ باقی تمام ادیان منسوخ اور ناقابلِ عمل ہیں۔

ان الدین عند اللہ الاسلام

23۔ خداوند تعالیٰ خود ظلم نہیں کرتا۔

24۔ خدا نے انسانوں کی راہنمائی اور ہدایت کے لئے انسان ہی کی نوع سے بعض پاکباز افراد کو منتخب کر کے انہیں نبوت کے منصب سے نوازا اور لوگوں کے لئے انبیاء و رسول بھیجے اور ان (کی ہدایت) کے لئے آسمانی شرعتیں بھیجیں۔

25۔ تمام انبیاء علیہم السلام کا قرب الٰہی اور اُن کا مقام یکساں نہ تھا بلکہ بعض سے بعض برتر تھے۔

تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض

26۔ لانفرق بین احد من رسلہ۔ تمام رسول مورد تصدیق اور قابل

احترام ہیں۔

27۔ بعض انبیاء کرام اولوالعزم ہیں۔(1) (اولوالعزم ان انبیاء کو کہا جاتا ہے جن کی شریعت گزشتہ شریعت کے لئے ناسخ ہو۔)

28۔ زمانے کی تبدیلی اور اس کے آئے دن کے نئے دور کے حالات ے شریعت اسلام میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی۔ اسلام کے احکامات پر تا قیامت عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔

29۔ روزِ قیامت کے سوال و جواب اور میزان اعمال یہ سب برحق ہیں اور تمام انسان اس دن حساب و کتاب کے لئے محشور ہوں گے۔

30۔ معاد صرف روحانی نہ ہوگا بلکہ روحانی اور جسمانی دونوں ہوں گے۔

31۔ بہشت مومنین کے لئے اور جہنم معاند اور مغبض کفار کے لئے ہے مومنین جنت میں اور کفار جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

32۔ قرآن و سنت میں جس جنت کی نعمتوں اور جہنم کے عذاب کا ذکر ہے وہ سب برحق ہیں۔

---

(1) امامیہ عقیدہ کے مطابق انبیاء اولوالعزم پانچ ہیں 1 حضرت نوحؑ 2 حضرت ابراہیمؑ 3 حضرت موسیٰؑ 4 حضرت عیسیٰؑ 5 حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اجمعین۔ یہ انبیاء باقی تمام انبیاء سے بہتر ہیں اہل سنت کے ہاں اس مسئلے میں اختلاف ہے۔

33- عالم برزخ برحق ہے۔

34- شفاعت صحیح ہے۔

35- قرآن وسنّت میں عالم آخرت اور برزخ کے بارے میں جو کچھ موجود ہے اسے سب تسلیم کرتے ہیں۔

36- قیامت کا منکر مسلمان شمار نہیں ہوتا۔

37- مسلمان کا مال اور اس کی جان محترم اور اس کے درپے ہونا حرام ہے۔

38- کلمۂ شہادتین اور جو کچھ رسول خداؐ (خدا کی طرف سے) لے کے آئے اس کا اقرار کرنا واجب ہے۔

39- خداوند تعالیٰ زندہ کرنے اور مارنے والا ہے ہر شخص کی اجل معیّن ہے اور سب کا رازق خدا ہے۔

40- انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور اولیاء کرام کے کرامات برحق ہیں

(ب) فروع دین کے اتفاقی مسائل:

1- چوبیس گھنٹے میں پانچ نمازیں (سترہ رکعت) فرض ہیں، دو رکعت نماز صبح چار رکعت نماز ظہر، چار رکعت نماز عصر، تین رکعت نماز مغرب اور چار رکعت نماز عشاء جو طہارت اور دیگر شرائط کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔

2- نماز اور میت کے دفن وغیرہ میں قبلہ رو ہونا۔

3- نمازِ میّت کا واجب ہونا۔

4- ہر سال ماہ رمضان کے روزے واجب ہونا۔

5- زکوٰۃ مال اور زکوٰۃ فطرہ کا واجب ہونا۔

6- ہر مستطیع پر بیت اللہ الحرام کا حج واجب ہونا۔

7- مال غنیمت اور بعض دوسرے اموال میں خمس کا واجب ہونا۔

8- دین اسلام کے دفاع اور اس کی تبلیغ کے لئے جہاد کا واجب ہونا۔

9- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا واجب ہونا۔

10- تجہیز و تکفین مثلاً غسل کفن اور دفن وغیرہ کا واجب ہونا۔

11- سلام کا جواب واجب اور ابتدائی سلام کرنا مستحب ہونا۔

12- دوسروں کی توہین کرنا، گالی گلوچ دینا، غیبت کرنا، تہمت باندھنا دوسروں کو نقصان پہنچانا اور براگمان کرنے کا حرام ہونا۔

13- ظلم کرنے، غصب کرنے، قتل کرنے، ریاکاری اور سود خوری کا حرام ہونا!

14- زنا، لواط اور ان کے بعض دوسرے مقدمات کا حرام ہونا۔

15- عورتوں کا نامحرموں سے پردہ کا واجب ہونا۔

16- خرید و فروخت اجرہ (کرایہ پر دینا) اور مضاربہ (تجارت میں شرکت) جیسے دیگر معاملات کا صحیح ہونا۔

17- زوجیت اور ہمبستری کے لئے نکاح کا ضروری ہونا اور اس کے خاتمے کے لئے طلاق کا ضروری ہونا اور مطلقہ عورت پر عدت کا واجب ہونا۔

18- حدود، دیت، قصاص کے احکام کا نفاذ واجب ہونا۔

19- مرنے والے کی میراث کا قرآن و سنّت کے مطابق تقسیم کا واجب ہونا۔

اس قسم کے اور بھی واجبات محرمات اور احکام وضعی پر (1) فریقین کا اتفاق ہے جن کے تفصیلی بیان سے کلام بہت زیادہ طولانی ہو جاتا ہے۔

فصل سوم

اختلافی مسائل

الف- عقائد کے اسلامی مسائل: بحمد اللہ اسلامی اصولِ عقائد میں کوئی شیعہ سنّی اختلاف نہیں صرف عقائد کی بعض شاخوں اور جزیات (معمولی باتوں) میں اختلاف نظر پایا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں راقم کے ذہن میں جو کچھ موجود ہے اُسے سپرد قلم کیا جارہا ہے۔

1- تکلم خدا کی تفسیر میں اختلاف

2- یہ اختلاف کہ آیا روز قیامت مومنین خداوند تعالیٰ کو دیکھ سکیں گے یا نہیں؟

اشاعرہ (اہل سنّت کی اکثریت) خدا کے دیدار کو صحیح قرار دیتے ہیں لیکن شیعہ اور اہل سنت کی ایک جماعت (معتزلہ اور بعض اشاعرہ جیسے مزید وجدی ہے) اور فلاسفر حضرات خدا کے دیدار کے صرف منکر ہی نہیں بلکہ اسے عقلاً محال اور ناممکن قرار دیتے ہیں۔

3- علم، قدرت اور حیات جیسی صفات ذاتی خدائے تعالیٰ آیا عین

(1) - صحیح اور باطل ہونا وغیرہ۔

ذات ہیں یا ذات الٰہی کے علاوہ کوئی چیز ہیں۔ شیعہ پہلے نظریہ کے قائل ہیں اور اہل سنّت کے ہاں اس مسئلے میں اختلاف ہے ان میں اکثر اشاعرہ مذکورہ صفات کو زاید بر ذات خدا سمجھتے ہیں۔

4- شیعہ اور سنّی مسلمانوں میں مشہور یہ ہے کہ قرآن مجید میں کسی قسم کی تحریف واقع نہیں ہوئی یعنی قرآن کی سورتوں اور اس کی آیات میں کوئی کمی واقع نہیں لیکن بعض قلیل تعداد میں مسلمانوں کا خیال ہے کہ قرآن کی بعض آیات کم ہو گئی ہیں اس خیال کا تدارک اور دلیل کچھ ایسی روایات ہیں جو شیعہ اور سنی کتابوں میں منقول ہیں لیکن ان روایات پر فریقین کے اہم اور قابل ذکر علماء کرام نے کوئی توجہ نہیں دی اور انہوں نے ان روایات کا جواب دیا ہے۔

وانا لہ لحافظون (ہم خود قرآن کے محافظ ہیں)

5- جو روایات معتبر سند کے ذریعے پیغمبر اکرمؐ سے نقل کی گئی ہیں ان کی حجیت پر فریقین کا اتفاق ہے البتہ بعض راویوں کے بارے میں طرفین کے علماء کرام کے نظریے مختلف ہیں یعنی بعض راویوں کو صادق اور بعض کو کاذب یا مجہول الحال سمجھتے ہیں یہ اختلاف علماء رجال اہل سُنت اور علماء رجال اہل شیعہ کے آپس میں بھی پائے جاتے ہیں۔

6- کیا تمام صحابہ عادل ہیں؟ جس کے اہل سنّت قائل ہیں یا یہ کہ صحابہ میں سے بعض اچھے اور بعض نا اہل ہیں جس کے شیعہ قائل ہیں۔ یہ ایسی طولانی بحث ہے جو نہایت فتنہ انگیز ہے۔

7- اہل سنّت والجماعت رسول خداؐ کی جانشینی کا حق چار خلفاء کو دیتے ہیں جب کہ شعیہ اس عہدے کو عترت پیغمبرؐ کے بارہ اماموں سے مخصوص سمجھتے ہیں۔

8- انسان کے اختیاری افعال میں جبرو تفویض کا مسئلہ جس میں شعیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان اپنے افعال میں مختار ہے جبکہ اہلسنّت کا عقیدہ یہ ہے کہ افعال خداوند تعالیٰ سے صادر ہوتے ہیں اور بندہ (صرف) اس کا سبب ہے۔

9- اہلِ سنّت کے مشہور علماء کرام اس امر کو واجب قرار دیتے ہیں کہ فقہی مسائل میں مسلمان، مذاہب اربعہ کے رہنماؤں، ابو حنیفہؒ، مالک بن انسؒ، محمد بن ادریس شافعیؒ، اور احمد بن حنبلؒ میں سے کسی ایک کی ہی پیروی کریں کسی دوسرے مذہب کی نہیں۔ جبکہ شعیوں کا نظریہ ہے کہ اہل بیتؑ کے بارہ اماموں کی پیروی ضروری ہے۔

فصل چہارم

(9- اختلافی مسائل پر نظر ثانی)

1- پہلا مسئلہ چنداں اہمیت نہیں رکھتا (اس لئے کہ) اصل تکلم خدا کو توسب ہی تسلیم کرتے ہیں اور معانی متکلم کی تفسیر ایک جزئی اور علمی مسئلہ ہے خاص اہمیت کا حامل نہیں۔

2- جہاں تک دوسرے مسئلے کا تعلق ہے دنیا میں خدا کے دیدار کے

توسب منکر ہیں البتہ آخرت کا مسئلہ آخرت کے لئے چھوڑ دینا چاہیئے۔

3- جہاں تک تیسرے مسئلے کا تعلق ہے خدا کی صفات ذاتی عین ذات ہیں زائد برذات؟ یہ ایک مکمل علمی مسئلہ ہے جو عوام کی فکری رسائی سے بالاتر ہے اسے عوامی تعصبات اور اختلافات کا سرچشمہ نہیں بنایا جانا چاہئیے اور اس مسئلے کو علم کلام[1] کی کتابوں تک ہی محدود رکھنا چاہیئے۔

4- چوتھا مسئلہ تو باعث تعجب ہے اس لئے کہ طرفین کے مشہور علماء کرام اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن (جب نازل ہوا تھا ویسے ہی) محفوظ ہے اور اس میں کسی قسم کی تحریف واقع نہیں ہوئی۔ علماء کرام ان روایات کو تسلیم نہیں کرتے جو تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں۔ علماء اہل سنّت ان روایات کو نسخ تلاوت پر معمول کرتے ہیں اور علماء شعیہ ان روایات کی توجیہہ کرتے ہیں۔ اور تمام علماء کرام اس امر پر مصر اور مشتاق ہیں کہ قرآن حقیقی وہی ہے۔ جو آج ہمارے ہاتھوں میں ہے اور اس بات پر فخر کرتے ہیں۔ لیکن بعض کم علم اور مطلب پرست اس بات پر تُلے ہوئے ہیں کہ اپنے مقابل پر عقیدۂ تحریف کی تہمت لگائیں۔ اس سلسلے میں وہابیوں کا کردار نہایت تخریبی رہا ہے بلکہ (ان میں سے) بعض کا تو خیال ہے کہ شعیوں کے نزدیک قرآن تیس نہیں بلکہ چالیس سپاروں پر مشتمل ہے!!!

یہ بات واقعی تعجب خیز ہے۔ اکثر شعیہ اور سنی مسلمانوں کے گھروں میں قرآن موجود ہے۔ اور ایران، عراق اور لبنان سمیت تمام اسلامی ممالک میں اس قرآن کے کئی کروڑ نسخے چھپے ہوئے ہیں۔ میں حلفیہ طور پر کہہ

۱۔ جس علم میں ذاتِ خدا، صفاتِ خدا اور قیامت وغیرہ کی بحث کیجاتی ہے

رہا ہوں کہ آج تک کسی ایک شیعہ مسلمان نے بھی چالیس سپاروں پر مشتمل قرآن کو نہیں دیکھا لیکن جھوٹ اور تہمت کا بازار آج بھی گرم ہے اور بعض مطلب پرست عناصر عوام کو دھوکہ دینے میں مصروف ہیں۔

مسلمانوں کی بدبختی اور بدحالی پر جتنا رویا جائے کم ہے۔

5۔ پانچویں مسئلے کے بارے میں یہ کیا جائے کہ اہل سنت نے ان روایات کو صحاح سند وغیرہ میں یکجا کر دیا ہے جو انہی کے ذرائع (سلسلہ سند) سے وارد ہوئی ہیں اور شیعوں نے ان روایات کو اپنی کتب اربعہ وغیرہ میں جمع کر لیا ہے جو انہی کے ذرائع (سلسلہ سند) سے وارد ہوئی ہیں۔ فریقین میں ہر ایک دوسرے کے سلسلہ سند کو قابل تحمل نہیں سمجھتا اور فقہی اختلافات کی بنیادی وجہ یہی ہے۔

اس سلسلے میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ واضح اور آشکار اختلاف فریقین کے سلسلہ سند میں ہے جس کا تعلق علم رجال سے ہے خود روایت میں نہیں اس لئے کہ خود روایات کا اختلاف زیادہ نہیں بہت معمولی ہے۔

بہت سے ایسے مسائل و احکام ہیں۔ جنہیں اہل سنت اپنے ہی راویوں کے ذریعے صحابہؓ سے اور انہوں نے رسول خدا (ص) سے نقل کیا ہے۔ انہیں مسائل اور احکام کو شیعوں نے اپنے راویوں کے ذریعے رسول خدا (ص) سے نقل کیا ہے کہ اگر کسی وقت کچھ علماء، شیعہ و سنی کی قریب المعانی (ہم معنی) روایات یکجا کر لیں تو ان کی خاصی تعداد بن جائے گی اور ایک بہت اچھا (اور قابل تحسین) کام ہوگا۔ اس لئے مسلمانوں کو اس دھوکے میں

نہ آنا چاہیئے کہ شیعہ سنی کی کتب احادیث قابل جمع نہیں اور ان کا اختلاف بہت زیادہ ہے اور اس بات کی طرف توجہ ضروری ہے کہ سلسلہ سند کا اختلاف اور چیز ہے خود روایات (کے متن) میں اختلاف اور چیز ہے۔

اس میں اہم چیز خود روایت ہے جو ایک دوسرے سے زیادہ مختلف نہیں۔

راقم نے شاید سنہ 1355 شمسی کے شروع میں (فوائد دین در زندگی) زندگی میں دین کے فائدے) کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ جس کے چھپنے سے پہلے کابل کی بیہقی فاؤنڈیشن میں چھان بین کی گئی۔ میں نے اس کتاب میں شیعہ سلسلہ سند سے بہت سی روایات کو امام باقر علیہ السلام اور امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا تھا۔ فاؤنڈیشن کی طرف سے اس پر جو اعتراض کئے گئے تھے ان میں سے ایک یہ تھا کہ آپ نے رسولِ خدا کی روایات کو امام باقرؑ اور امام صادقؑ سے نقل کیا ہے۔ خود رسولِ خدا سے نہیں۔ میں اس وقت متوجہ ہوا تھا کہ شیعہ سنی روایات کتنی ایک دوسرے کے نزدیک ہیں۔ ان روایات کے الفاظ تک ایک جیسے ہیں۔

آخر کار اس فاؤنڈیشن نے ایک جملے کے اضافے کے ساتھ ان روایات کو چھاپنے کی اجازت دے دی۔ وہ جملہ یہ تھا کہ (امام باقرؑ اور امام صادقؑ احادیث نبویؐ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں) اس جملہ کا اضافہ اس لئیے کیا گیا تاکہ یہ روایات ان روایات کے مطابق اور ہم آہنگ ہوں۔

جنہیں اہلِ سُنت اپنے سلسلہ سند سے رسولِ خدا سے نقل کرتے ہیں۔ میں اس جملے (احادیث نبویؐ سے نقل کرتے ہوئے) کے اضافے پر راضی ہوا۔ اس لیئے کہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ آئمہ اطہارؑ جو کچھ بھی کہتے ہیں۔ سُنت نبویؐ سے کہتے ہیں میں اب بھی تقابلی فقہ اور حدیث کی تدوین کی تاکید کرتا ہوں۔ اس لیئے کہ یہ (تقابلی فقہ و حدیث کی تدوین) شیعہ سُنی نظریات میں اتحاد کی بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے

6 چھٹا مسئلہ

صحابہ کی عدالت۔ کے بارے میں خود اہل سنت میں بھی کئی اقوال ہیں جنہیں ابن ابی الحدید معزلی نے شرح نہج البلاغہ میں تفصیل سے دلائل و شواہد کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

بعض اہل سنت تمام صحابہ کو عادل نہیں سمجھتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کے بارے میں اصل اور کلیہ یہ ہے۔ وہ عادل ہیں مگر یہ کہ عدالت کے منافی کوئی چیز ثابت ہو۔

علماء شیعہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کی عدالت ثابت کرنے کے لئے ان کی انفرادی زندگی اور عمل میں غور و خوض کرنا ضروری ہے۔ اس کے بعد کوئی فیصلہ کرنا چاہئیے (عادل ہیں کہ نہیں)

راقم کی نظر جیسے کہ اپنی کتاب. بحث فی علم الرجال میں ذکر کر چکا ہے۔ ابتدائی مہاجرین کے بارے میں قرآن مجید سے اصالتہ الصالہ (کلیہ یہ ہو کہ مہاجرین عادل ہوں) کا استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ اس مسئلے میں اجتماعی مصالحت

کا طریقہ یہ ہے کہ طرفین افراط و تفریط (غلو اور بدگوئی) سے گریز کریں اور مشہور صحابہ کو اچھے الفاظ سے یاد کریں اور یزید اور ایسے دیگر افراد کو امام حسینؑ (جوانانِ جنت کے سردار) سے بہتر نہ سمجھیں

"وکذالک جعلنا کم اُمتہ وسطا"

سنی حضرات کو چاہیے کہ وہ اہل بیت پیغمبرؐ اور بارہ اماموں (ع) کے بارے میں سرد مہری کا مظاہرہ نہ کریں اور ان کے فضائل و مناقب کے تذکرے سے ناراحت نہ ہوں (برا نہ منائیں آج کل تو وصابی اھل بیتؑ کی توہین کے لئے بھی قلم اٹھارہے ہیں اس سلسلے میں نمونے کے طور پر کتاب (الشیعہ والسنہ) کی طرف رجوع کرسکتے ہیں۔ جب کہ اہلِ بیتِ پیغمبرؐ کی محبت کے واجب ہونے پر علما اھلِ سنت کا اجماع قائم ہے۔

بعض نے تو یزید اور شمر وغیرہ کے دفاع میں بھی کتابیں لکھی ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ امام حسین (ع) اپنے جد کی تلوار سے قتل کئے گئے ہیں (نعوذ باللہ منہ)

شیعوں کو چاہیے کہ وہ خلفاء راشدین کو برا بھلا نہ کہیں۔ کیونکہ اس کے آثار میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے مسلمانوں میں بغض وعداوت عام ہو جاتی ہے اور بیرونی ہاتھوں کو دخالت کا موقع ملتا ہے۔ راقم اس مقام پر یہ اعلان کرتا ہے کہ خلفاء راشدین کو دشنام دنیا حرام ہے۔

اور یہ صرف میری ہی رائے نہیں بلکہ بہت سارے علماء شیعہ بھی اسے تسلیم کرتے ہیں غافل شیعہ عوام کو متوجہ ہونا چاہیئے کہ شیعوں کی تمام کتب فتوئی (مجتہدین کے توضیح المسائل ملاحظہ فرمائیں) صحابہ کی بدگوئی کی اجازت نہیں دی گئی چہ جائیکہ اسے ایک قابل تحسین عمل قرار دیا ہو۔ علمی اور تاریخی طبقوں کا نتیجہ کچھ بھی ہو ہمیں یہ بات معلوم ہونا چاہیئے کہ مسلمانوں میں لڑائی جھگڑا دشمنی اور خونریزی ایجاد کرنا بلکہ کسی بھی طریقے سے اسلام کو

کمزور کرنا گناہانِ کبیرہ میں سے ہے۔ (مسلمان ہوشیار رہیں) کہ شیطان انہیں دھوکہ نہ دینے پائے مسلمانوں میں اتحاد کی زمین ہموار کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ تمام مذاہب ایک دوسرے کے عقائد کا احترام کریں اور ایک دوسرے کی دل آزاری اور جذبات کو بھڑکانے سے احتراز کریں۔

کوئی بھی شیعہ امام ابو حنیفہؒ کے فتووں پر عمل نہیں کرتا اسی طرح کوئی بھی سنی امام صادق (ع) کی رائے پر عمل نہیں کرتا۔ لیکن طرفین کو چاہئے کہ کروڑوں مسلمانوں کے امام اور پیشوا کی حیثیت سے ان کے احترام کو ملحوظ رکھیں۔ اور اسلام کی علمی شخصیتوں کو نظر انداز کر کے ایک دوسرے کے جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچائیں چونکہ یہ ایک جاہلانہ اور غلط کام ہے۔

نفسیات کے ماہر کہتے ہیں کہ اصول (اور نظریہ) سے زیادہ افراد اثر انداز ہوا کرتے ہیں۔ عملی مسائل میں اختلاف، اصول میں اختلاف ہے۔ جو کسی جھگڑا فساد اور خونریزی کا باعث نہیں بنتا لیکن اشخاص کے بارے میں اختلاف، فرد میں اختلاف ہے اور باعث کشیدگی ہے۔ اس معاملے میں (مسلمانوں کو) ہوشیار اور محتاط رہنا چاہئے اور پیشوایانِ مذاہب کی توھین و تحقیر پر پابندی لگانی چاہیئے۔ خداوند تعالیٰ قرآن مجید میں مسلمانوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم کفار کے خداوں کو گالی گلوچ نہ دو ورنہ وہ بھی رب کائنات کو دشنام دیں گے۔

کیا مسلمانوں کو یہ نہیں چاہئے کہ وہ اپنی زندگی میں اس حکیمانہ دستورِ الٰہی سے استفادہ کریں؟۔

شیعہ سنی میں سب سے بڑا فساد انگیز اختلافی مسئلہ خلافت کا موضوع ہے جو صدر اسلام سے آج تک چلا آرہا ہے۔ کاش کہ یہ مسئلہ اس طرح جاری نہ رہتا اور مسلمانوں کو اس اختلاف سے نجات مل جاتی۔

اہل سنت کہتے ہیں کہ حضرت رسالت مآبؐ کی طرف سے کسی خاص شخص کی خلافت و جانشینی پر کوئی عرض و روایت وارد نہیں ہوئی اور لوگوں نے حضرت ابوبکر کا بطورِ خلیفہ انتخاب کر لیا۔ اور ان کے بعد تین دوسرے افراد کو پس خلفاء راشدین چار ہیں جو باقی تمام صحابہ سے افضل ہیں۔

شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ نبوت کی طرح امامت بھی ایک فردی عمل ہے نوعی نہیں۔ یعنی امام کو نامزد اور منصوب کر [illegible] خدا کو پہنچتا ہے۔ لوگوں کو انتخاب کا حق نہیں پہنچتا۔

پیغمبر اکرمؐ سے بہت ساری روایات وارد ہوئی ہیں جن کی رو سے علی علیہ السلام آنحضرتؐ کے جانشین مقرر کئے گئے ہیں اور ان کے بعد امامت کا عہدہ ان کے گیارہ فرزندوں تک پہنچتا ہے۔ جو واجب الاطاعت ہیں۔

اس مسئلہ کے عملی اور تاریخی پہلوؤں پر بحث کرنا اس کتاب کے مقصد سے باہر ہے اس مختصر رسالہ میں ہمارا مطمعِ نظر یہ ہے کہ طرفین میں مصالحت کرائی جائے تاکہ باہمی اختلافات میں کمی آجائے، مسلمان ایک دوسرے کے نزدیک ہوسکیں اور اختلافات میں مبالغہ سے احتراز کریں۔

(امن منصوبہ)

اولاً علماء اہل سنت کے نزدیک خلافت منجملہ فروع دین میں سے ہے اصول دین میں سے نہیں۔ لہذا اس میں کسی مخالف کو کافر نہیں گردانا جاسکتا فرض کیجئے یہ ایک ناقابل حل اختلاف ہے لیکن یہ اختلاف ایک فروعی مسئلے سے متعلق ہے اس میں حوصلے سے کام لینا چاہیئے۔

للمصیبا جران و للمخطی اجر واحد

جو شخص (تحقیق کے بعد) حق و حقیقت کو ترک کرے اسے دوگنا اور جو حقیقت کو درک نہ کر سکے اسے ایک اجر دیا جاتا ہے بہر ایک دوسرے کو معذور تصور کرنا چاہیئے۔ (ایک دوسرے کے عذر کو قبول کریں) اگر تعصب کی پٹی اتار کے دیکھا جائے تو شیعہ خلفاء راشدین کی خلافت کا انکار نہیں کرتے تمام شیعہ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ و آلہ وسلم کی وفات کے بعد لوگوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی تھی اس کے بعد خلیفہ دوم کی پھر خلیفہ سوم کی اور پھر خلیفہ چہارم کی بیعت کی تھی۔

بنیادی طور پر یہ موضوع تاریخ کے مسلم اور ناقابل انکار حقائق میں سے ہے۔ اہل سنت خلافت کو ایک الٰہی اور انتصابی منصب نہیں سمجھتے اور نہ اسے منصوص من اللہ سمجھتے ہیں تاکہ اس میں کوئی اختلاف واقعہ ہو (کہ فلاں کی خلافت منصوص ہے کہ نہیں) بلکہ ان کا مکمل اعتماد لوگوں کی بیعت

پر ہے جس کا کوئی منکر نہیں۔

بنا برایں شیعہ، سنیوں کے مدعٰی کے منکر نہیں ہیں اور نہ ان کا دعویٰ قابل انکار ہے اس لحاظ سے اہل سنت کو کسی قسم کی پریشانی نہیں ہونی چاہیئے۔ شیعہ حضرات کی خدمت میں عرض کریں گے کہ آپ حضرات کے پیش نظر جو نصوص اور روایات ہیں (جنکی بنیاد پر حضرت علی (ع) کو خلیفہ بلا فصل سمجھتے ہیں) شاید اہل سنت کی نظر میں ان کی دلالت مکمل نہیں۔ (ان سے علی علیہ السلام کی خلافت نہ سمجھی جاتی ہو۔)

اس لئے آپ حضرات (شیعہ) آئمہ اہل البیتؑ کی پیروی نہ کرنے میں سنیوں کو معذور سمجھیں۔ (ان کے عذر کو قبول کریں)۔

کیا ہمارے اپنے علماء کے آپس میں اختلافات نہیں؟ جاہل کی دو قسمیں ہیں۔ جاہل قاصر اور جاہل مقصر (1) جاہل مقصر سرزنش اور عتاب کا مستحق ہوتا ہے۔ لیکن جاہل قاصر شرعی اور عقلی طور پر معذور (اس کا عذر قابل قبول) ہے۔ خلافت کے مسئلہ کو تو ایک ہزار اور کئی سو سال گذر گئے ہیں لیکن اس کے باوجود (عوام تو عوام) اکثر علماء حق کو ثابت نہ کرسکے اکابرین اس سلسلے میں بے جا تعصب نہیں کرنا چاہے اور نہ ہر عقیدے میں مخالفت کو مقصر یا معاند سمجھ کر دھتکارنا چاہیئے۔ بلکہ اسلامی اصولوں کے اندر رہ کر ایک دوسرے سے تعاون کرنا چاہیئے۔

اگرچہ شیعوں کی نظر میں امامت اصول میں شمار ہوتی ہے فروع میں نہیں لیکن اصولِ مذہب میں سے ہے اصول دین میں سے نہیں یعنی بارہ

اماموں کا منکر مذہب شیعہ سے خارج ہوتا ہے دین اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

جاہل قاصر وہ ہے جس نے مسئلے کے تحقیق میں کوئی کوتاہی نہ کی ہو اس کے باوجود حقیقت سے جاہل رہا ہو اور جاہل مقصر وہ ہے جس نے مسئلے کے سمجھنے میں کوتاہی کی ہو۔

ہم سنیوں سے یہ عرض کریں گے کہ اگر آپ کے نزدیک آئمہ اہل بیت کی پیروی کا وجوب ثابت نہیں تو ہم آپ سے کوئی بحث نہیں کرتے لیکن اگر شیعہ آئمہ اھل بیتؑ کی پیروی کو ضروری سمجھتے ہیں تو انہیں معذور (ان کے عذر کو قابل قبول) سمجھنا چاہیے۔

شیعہ اس سلسلے میں ایسی روایات سے استدلال کرتے ہیں جو آپ کے ذرائع (سلسلہ سند) سے بھی وارد ہوئی ہیں اور شیعہ ان روایات کی سند اور دلالت دونوں کو صحیح اور کامل سمجھتے ہیں اکابرین اگر شیعہ حق بجانب ہیں تو آپ کو حق کا مخالف نہیں ہونا چاہیے اور اگر خدانخواستہ خطا کار ہیں تو آپ انہیں ان سے بائیکاٹ کرنے اور ان سے دشمنی رکھنے کا مستحق نہ سمجھیں۔ مجتہد کبھی تو صائب ہوتا ہے اور اسے دوگنا اجر ملتا ہے اور کبھی اس سے غلطی ہوتی ہے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔ آخر طرفین کا مقصد حضرت محمد صلی اللہ وآلہ وسلم کی پیروی ہے۔ اہل سنت کی کوشش ہوتی ہے کہ صحابہؓ کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ وآلہ وسلم کی پیروی کی جائے اور شیعوں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اہلِ بیتؑ کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ وآلہِ وسلم کی پیروی کی جائے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر منطق اور انصاف کی طرف رجوع کریں تو گزشتہ مطالب سے کافی حد تک تعصب اور جھگڑوں کا غبار چھٹ سکتا ہے۔ اور طرفین کے درمیان موجود خلیج کم ہو سکتی ہے۔ اور اسلامی اخوت کی راہ ہموار ہو سکتی ہے۔

البتہ کام تب ہو سکتا ہے جب خداوند تعالیٰ مسلمانوں کو جاہلِ مطلق سے بد تر ملا نما جاہلوں اور غیر ملکی ایجنٹوں کے شر سے نجات دے۔

8) آٹھویں مسئلے کے بارے میں دو کتابوں (توحید اسلامی) اور (نظری بروھابیت) کی طرف رجوع کیا جائے جن میں اس موضوع پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب میں ہے کہ اگر کسب جس کے اشاعرہ قائل ہیں کی تفسیر میں ذوق سے کام لیا جائے تو یہ اس اختیار پر منطق ہو سکتا ہے۔ جس کے شیعہ قائل ہیں۔

9) نویں مسئلہ کے بارے میں درج مطالب پر توجہ دیں۔

اولاً فقہی مذاہب کا صرف چار مذاہب میں منحصر ہونے پر کوئی معتبر اور قابل قبول دلیل قائم نہیں۔

ثانیاً بعض علماء اہل سنت نے چار مذاہب (اہل سنت) کے علاوہ بھی اجتہاد کے صحیح ہونے کا واضح فتویٰ دیا ہے۔

ثالثاً امام صادق علیہ السلام ابو حنیفہؒ کے استاد تھے اور آپؑ کا علمی اور روحانی مقام ابو حنیفہؒ کے مقام سے بہت بلند تھا کم از کم آپؑ کا علمی مقام باقی مذاہب اربعہ سے کم نہ تھا اکابرین امام صادق علیہ السلام کی پیروی (اور ان کی فقہ پر عمل کرنے) پر اہل سنت کو کسی قسم کا اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔

شیعوں کو چاہیئے کہ وہ حنفی فقہ کا احترام کریں اور سنیوں کو چاہیئے کہ وہ جعفری کا احترام کریں۔ فقہ جعفری کی حجت (اس پر عمل صحیح ہونے) کا انکار کرنا یا اس بات کا انکار کرنا کہ شیعہ فقہ جعفری کی پیروی کرتے ہیں، بدیہات (واضح حقائق) کے انکار کا مترادف ہے شیعوں کے اس امر پر بیقرار نہیں ہونا چاہیئے کہ سنی فقہ اہل بیتؑ پر عمل نہیں کرتے اس لئے کہ اہل سنت کے نزدیک یہ بات ثابت نہیں ہوئی کہ صرف اہل بیتؑ کی پیروی ہی ضروری اور متعین ہو۔

اہل سنت جو مذاہب اربعہ پر عمل کو صحیح سمجھتے ہیں وہ شیعوں کے عمل کو بھی صحیح سمجھتے ہیں۔

جامع الاظہر مصر کے انچارج شیخ محمود شلتوت کا ایسا فتویٰ موجود ہے ان سے پوچھا گیا بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ عبادات (نماز روزہ وغیرہ) اور معاملات (خرید و فروخت نکاح وغیرہ) کو صحیح طور انجام دینے کے لئے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ چار مشہور مذاہب (حنفی، شافعی، مالی اور حنبلی) میں سے کسی ایک مذہب کی تقلید اور پیروی کرے جن میں شیعہ امامیہ اور شیعہ زیدیہ مسائل نہیں کیا آپ اس نظریہ کو تسلیم کرتے ہیں اور شیعہ امامیہ اثناد عشریہ کی پیروی کی مخالفت کرتے ہیں؟

انہوں نے جواب میں فرمایا:

1) اسلام نے کسی پیرو کار پر بھی کسی خاص مذہب کی پیروی کو واجب

قرار نہیں دیا بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ابتدائی طور پر ہر مسلمان کو یہ حق پہنچتا ہے کہ جتنے مذاہب صحیح طور پر نقل ہوئے ہیں اور ان کے احکام مخصوص کتابوں میں جمع کئے گئے ہیں ان میں سے کسی بھی مذہب کی پیروی کرے۔ اور جس شخصیت نے کسی خاص مذہب کی تقلید کر رکھی ہو وہ کسی بھی دوسرے مذہب کی طرف محدول اور رجوع کر سکتا ہے اس کے لئے کوئی مخالفت نہیں۔

2) مذہب جعفری جو مذہب شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کے نام سے مشہور ہے ایسا مذہب ہے کہ دوسرے مذاہب کی طرح اس کے مطابق بھی احکام پر عمل کرنا شرعاً جائز ہے۔ پس مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اس موضوع کو سمجھنے اور کسی خاص مذہب کے بارے میں ناروا تعصب سے نجات حاصل کرے دین خدا اور اس کی شریعت کسی خاص مذہب کا تابع ہے اور نہ اس مذہب سے مخصوص ہے سب ہی مجتہد اور عندالہ مقبول ہیں۔

جو شخص درجہ اجتہاد تک نہ پہنچا ہو اس کے لئے ان تمام مذاہب کی تقلید اور ان کی فقہ میں بیان کردہ احکام کی پیروی کرنا جائز ہے اس حکم میں عبادات اور معاملات یکساں ہیں۔

دستخط شیخ محمود شلتوت

یہ فتویٰ جو دشمنانِ اسلام کی کمر توڑ کر رکھ دیتا ہے اور متعصبوں

اور ضدیوں کا منہ بند کر دیتا ہے، 17 ربیع الاول 1378ء ھجری کو شہر قاہرہ میں صادر ہوا۔ اور جامع الازہر کی طرف سے دار التقریب بین المذاہب اسلام کے جنرل سیکرٹری دانشمند متفکر سید محمد تقی قمی کے نام باضابطہ طور پر بھیجا گیا تاکہ اس حکم کو دارالتقریب کے قانونی دستاویزات میں محفوظ رکھا جاسکے۔

(ب) فرعی اور فقہی اختلافی مسائل :۔

تمام انسانی علوم میں دانشمندوں کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے علماء کی شکل و صورت کی طرح ان کے افکار بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور اس فکری اختلاف کے نتیجے میں علمی اختلافات سامنے آتے ہیں اور یہ کبھی بھی انسانی زندگی سے جدا نہیں ہوسکتے۔

فقہی مسائل میں اختلاف صرف سنی و شیعہ کے درمیان ہی نہیں بلکہ خود علماء اہل سنت اور ان کے مختلف مذاہب میں بھی شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔

فقہیائے شیعہ بھی عام مسائل میں اتفاق رائے نہیں رکھتے۔ اور ان میں اختلاف نظر پایا جاتا ہے۔ بغیر اس کے کہ ان اختلافات کے نتیجے میں مد مقابل کے احترام میں کوئی کمی واقع ہو تو پھر کیا سنی شیعہ اختلافات کا باہمی دشمنی اور ایک دوسرے سے دور ہونے کا باعث بننا ایک احمقانہ عمل نہیں؟ ہر مسلمان کے پاس عقائد و اعمال کی شرعی حجت اور فرائض سے عہدہ برآں ہونے کی دلیل ہونی چاہیئے لیکن اس حجت کی تشخیص میں ضد اور

تعصب سے کام نہیں لینا چاہیئے۔

یہ درست ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہیں لیکن گفتگو اور تحریر میں اخلاقی نزاکتوں کو ملحوظ رکھنا چاہیئے تاکہ دوسروں کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے اور باہمی دشمنی کا باعث نہ بنے۔

اپنے مذہب کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے کتاب لکھی جاسکتی ہے مگر یہ خیال رکھا جائے کہ قلم لغزش نہ کرے اور دوسروں کی مزید دشمنی کا سبب نہ بنے۔

اسلام میں اختلاف در فتویٰ جائز ہے اور تمام علماء اس کو ایک حق اور واقع تصور کرتے ہیں لیکن شر پسند افراد اس اختلاف کو ایک فتنہ انگیز عمل کے طور پر پیش کرتے ہیں ان لوگوں کا راستہ روکنا ضروری ہے۔

فصل پنجم
قضاوت

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اصول دین اسلام اور اہم عقائد کی باتوں میں شیعہ سنی اتفاق رائے رکھتے ہیں۔ اور صرف نو موارد ایسے ہیں جن میں اختلاف نظر پایا جاتا ہے ہم نے ان اختلافات کی راہ حل کی تجویز پیش کر دی ہے بنا براین سوائے جہالت غرور یا حکومتوں کی سیاست کے کوئی اور سبب باقی نہیں رہتا جو مسلمانوں کے باہمی تعصب و عداوت بلکہ ایک دوسرے

سے دور ہونے کا باعث بن سکے قرآن حکیم کی رو سے مختلف مذاہب کے پیرو کار مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔

انما المومنون اخواۃ، مومنین ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔
بعضھم اولیاء بعض، مسلمان ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

ہم اس مقام پر اتحاد بین المسلمین کی ضرورت کے دو مزید عاملوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

1) دشمنان اسلام، اسلام کو ضعف پہنچانے پر کمر بستہ ہو چکے ہیں اور جس طرح ہو سکے اسلام پر کاری ضرب لگا رہے ہیں آج کل کے دور میں مذہبی اختلافات (دشمنان اسلام کے) اس مقصد کا بہترین ذریعہ ہیں لہذا کفار اور ان کے بے آبرو ایجنٹ اس مسئلے پر گہری اور دائمی توجہ رکھے ہوئے ہیں۔

اگر ہم نے اپنی سادگی ترک کر کے ہوشیاری کا مظاہرہ نہ کیا اور مذہبی توجیہات کے دام میں پھنس جائیں تو ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ہم لاشعوری طور پر اسلام اور شریعت محمدیؐ کی دشمنی پر کمر بستہ ہو گئے ہیں اور دشمنان اسلام کا کردار انجام دے رہے ہیں۔ یہ کتنی بد بختی اور رسوائی ہے؟

2) آج اکثر اسلامی ممالک میں شیعہ و سنی اور مختلف مذاہب اربعہ موجود ہیں اسلامی ممالک اقتصادی اور علمی اعتبار سے پسماندہ ہیں اور نا اہل حکومتیں لوگوں پر حکمرانی کر رہی ہیں کوشش کرنا چاہیئے کہ ہماری دنیاوی

حالت اس قابلِ رحم کیفیت سے خارج ہو جائے اگر ہم مذہب کے نام پر ایک دوسرے کی جان کے درپے ہوں تو اس کا نتیجہ اپنے عوام اور ملک کی مزید بد بختی اور رسوائی کے علاوہ اور کچھ نہ ہوگا۔

ہاں! خیر الدنیا والاخیرہ ذالک ہو الخسران مبین، متعصبین پر صادق آتی ہے اور اگر ہم بھائیوں کی طرح، تقویٰ اور کار خیر میں ایک دوسرے سے تعاون کریں تو لوگوں کی دنیا و آخرت کی سعادت کے لئے ان کی خدمت کر سکتے ہیں۔ میرے مسلمان بھائی

جان گرگان و سگان ازہم خداست
متحد جانحصائی شیران خداست

ترجمہ: بھیڑیوں اور کتوں کی جان الگ الگ ہے لیکن خدا کے شیر یک جان ہوتے ہیں۔

اتحاد کی بنیادی راہ

راقم کی نظر میں اتحاد کے لئے غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کی خلیج کم سے کم کرنے کا بہترین راستہ یہ ہے کہ اسلامی ممالک میں شیعہ و سنی طلباء پر مشتمل مشترک مدارس قائم کیے جائیں اور ان میں تقابلی (فقہ، حدیث، تفسیر اور عقائد) تدریس کی جائے اس طرح دینی طلبہ ایک دوسرے کو بہتر سمجھ سکتے ہیں، ایک دوسرے کے عقائد سے آگاہ ہو سکتے ہیں اور ایک دوسرے سے

گھل مل سکتے ہیں علوم ادب منطق میں درسی کتابیں ایک جیسی ہونی چاہیے او[ر] گذشتہ چار علوم میں اپنی قابل اعتماد مذہبی کتابوں کے علاوہ عقائد تفسیر فقہ اور حدیث میں دوسرے مذاہب کی چار کتابوں کی بھی تقابلی تدریس ہونی چاہیے اور یہی طلبا ہیں جو کل مسلمانوں کے مذہبی رہنما ثابت ہونگے او[ر] لوگوں کو متحد اور ایک دوسرے کے نزدیک ہونے کی دعوت دینگے اور غیر ملکیوں اور داخلی نادان اور متعصب ملاؤں کی فتنہ انگیزیوں کا راستہ روک سکیں گے۔

(خاتمہ) فی الحال امامت کے لحاظ سے شیعوں کے تین فرقے ہیں

(1) امامیہ اثناعشریہ جو شیعوں کی خاصی تعداد پر مشتمل ہے

(2) زیدیہ جو چار اماموں کے قائل ہیں اور حضرت علی ابن الحسینؑ کے بعد زید ابن علیؑ کو اپنا امام مانتے ہیں

(3) اسماعیلیہ جو چھ اماموں کے قائل ہیں اور امام جعفر صادقؑ یا انکی بعض شاخوں کے بعد اسماعیل کو اپنا امام مانتے ہیں اسماعیلہ کی گمراہی کے بارے میں بحث و گفتگو زیادہ ہے۔

فقہی اعتبار سے شیعوں کے دو مسلک ہیں۔ اصولی اور اخباری جن کا باہمی اختلاف بہت معمولی ہے اخباری حضرات بہت اقلیت میں ہیں۔

عقائد کے اعتبار سے سنیوں کے دو گروہ ہیں

(1) اشاعرہ جو سینوں کی اکثریت پر مشتمل ہے

(2) معتزلہ جو کہ فی الحال محدود اور بہت کم مقدار میں ہیں یہ لوگ عقلی

احکام کو تسلیم کرتے ہیں ایک تیسرے گروہ کا بھی ان کے ساتھ اضافہ کرنا چاہیے جو کہ وہابیت ہے۔

فقہی اعتبار سے چار مشہور مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی) میں تقسیم ہوئے ہیں ایشائی ممالک میں اکثریت حنفی کی ہے

ان میں بعض حضرات ان مذاہب کے علاوہ دوسروں کے اجتہاد کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔

وانّ ھٰذہ امّتکم امۃ واحدہ وانا ربکم فاعبدون

محمد شفا نجفی
جامعۃ اھل البیتؑ
اسلام آباد